تحقیق وتنقید

مولانا برق التوحیدی
فیصل آباد

رجم سے متعلق
ایک شبہ کا ازالہ

اسے بدقسمتی کہیئے یا کچھ اور، کہ جس مملکتِ خداداد کی بنیاد "قال اللہ وقال الرسول" کی سربلندی کے لئے رکھی گئی تھی، آج اس میں مختلف حیلہ سازیوں سے قرآن و حدیث کے تلازم کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ فہمِ قرآن کے لئے نہ صرف حدیث کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حدیث شرعی حجت ہی نہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ باعثِ افسوس یہ امر ہے کہ ایسے بزرجمہر ہمارے معاشرے کی کلیدی آسامیوں پر براجمان ہیں اور وہ سرکاری و غیر سرکاری وسائل کو استعمال کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کو اپنے دامِ تزویر کا شکار کرنا چاہتے ہیں ـــــ منکرینِ حدیث، نیچریت کے تابع فرمان لوگوں کا اندازِ فکر کوئی محتاجِ تعارف نہیں، بالخصوص پاکستان میں جب سے حکومت نے نظامِ اسلام کے نفاذ کی عملی کوشش کی طرف توجہ مرکوز کی ہے تو اس طبقہ کی ریشہ دوانیوں نے انہیں خاصی حد تک عوام میں متعارف کروا دیا ہے، چنانچہ تعزیرات کے ضمن میں اس گروہ کے گھناؤنے کردار سے جس طرح اہلِ وطن متعارف ہوئے ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں کہ یہ سارا تعطّل اسی گروہ کا پیدا کردہ ہے۔ چند دنوں کی بات ہے جب رجم کی بحث شروع ہوئی تو اس گروہ کے مبلّغین نے بغیں بجا بجا کر یہ کہا کہ رجم کی حد جب قرآن مجید میں نہیں تو اسے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کرنا ظلم ہے۔ یعنی احادیث میں رجم کے ذکر کی کوئی شرعی و قانونی حیثیت نہیں ـــــ اس موقع پر علمائے کرام، بالخصوص اہلِ حدیث فضلاء نے اس بحث پر مسکت اور شافی مضامین لکھے۔ جس کی بنا پر الحمد للہ عوام کے ذہنوں کو مسموم ہونے سے بچا لیا گیا۔ تاہم اس پروپیگنڈہ کے اثرات آج بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ چند دن قبل، ۱۳ر اپریل ۸۲ء کے روزنامہ جنگ

ہیں جناب سجاد حسین بخاری ایڈووکیٹ (جھنگ) نے ممتاز عالم دین حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر سے ان کے کسی بیان پر وضاحت طلب کی کہ وہ بتائیں کہ قرآن مجید کی سورۂ مائدہ" میں رجم کا ذکر کس آیت میں ہے؟

پاکستان ہی میں نہیں، پورے عالم اسلام میں الحمدللہ حضرت علامہ صاحب علم وفضل کی زندہ جاوید علامت تصور کئے جاتے ہیں۔ اس سوال کا وہ مجھ سے کہیں مفصل اور بہتر جواب دے سکتے ہیں۔ میں محض خدمتِ اسلام کے طور پر چند سطور اس ضمن میں لکھنا چاہتا ہوں کہ رجم سے متعلق اس شبہ کی حقیقت کیا ہے؟ تاہم اس سے قبل یہ عرض کرنا مناسب خیال کرتا ہوں کہ بخاری صاحب یقیناً ایسے طبقہ سے نہ ہوں گے کہ جس کا مطمح نظر استخفافِ احادیث ہے۔ لہٰذا ان کی خدمت میں یہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ مسلمان کی حیثیت سے ہمیں احادیثِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایسے ہی ماننا ہوگا جس طرح کہ قرآن مجید کو ہم مانتے ہیں کیونکہ خود قرآن پاک ناطق ہے۔

"وما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا" (حشر ۷)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے جو یقیناً مسئلہ کے اس نازک پہلو پر دلیلِ محکم ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ۔

"لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ عزوجل"

"یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو سرمہ بھرتی ہیں، بال اکھیڑتی ہیں اور حسن ہی کے لئے دانتوں میں فاصلہ کرتی ہیں اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔"

تو بنی اسد کی عورت امِ یعقوب آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

"بلغنی انک قلت کیت وکیت" قال ومالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی کتاب اللہ فقالت لقد قرأت ما بین اللوحین فما وجدت فیہ ما قال لئن کنتِ قرأتیہ لقد وجدتیہ اما قرأتِ "ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" قالت بلیٰ قال فانہ قد نھی عنہ"

(بخاری مسلم)

یعنی "مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم (مذکورہ حدیث میں مخاطب عورتوں کے متعلق) ایسی

ویسی اور یہ وہ باتیں کرتے ہو تو آپؓ نے فرمایا۔" میں ایسے شخص کو لعن کیوں کروں جسے اللہ کا پیغمبر لعنت کرے اور کتاب اللہ میں بھی یہ بات ہے۔" عورت نے کہا،" میں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن یہ مسئلہ کہیں نظر نہیں آیا۔" آپؓ نے فرمایا۔" اگر تو اسے (بنظر عمیق) پڑھتی تو ضرور یہ مسئلہ دیکھ پاتی۔ کیا یہ آیت تلاوت نہیں کی؟ 'وما آتاکم الرسول الخ !" اس نے کہا،" یہ آیت تو پڑھی ہے۔" آپؓ نے فرمایا،" تو اس کام سے بھی آپؐ نے منع فرمایا ہے۔"

غرضیکہ اس آیت کی روشنی میں احادیث کی بھی وہی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ جو قرآنِ مجید کی ہے اور حدیث کی شرعی حجت ہونے میں ہمیں لیت ولعل اور کیت وکیت نہیں کہنا چاہیئے اور نہ ہی یہ مومنانہ اندازِ فکر ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

آمدم بر سرِ مطلب

بہرحال ہم اس شبہ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں اس کا ذکر ہے یا نہیں ہے؛ حدیث کا تشریعی مقام سلیم کر لینے اور مذکورہ واقعہ ذہن میں رکھتے ہوئے بلا شبہ اس بات کی ضرورت ہی نہیں رہتی، تاہم اگر قرآنِ مجید کا مذکورہ نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو رجم کا ذکر بھی قرآن مجید میں مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرًا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیرٍ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین" (المائدہ ۱۵)

اس آیت کریمہ سے ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ نے استنباط کیا ہے، کہ یہ آیت رجم کے متعلق ہے، جو رجم کا انکار کرتا ہے وہ غیر شعوری طور پر قرآن کا انکار کرتا ہے۔ اور یہی رجم تھا جسے انہوں نے چھپانے کی کوشش کی تھی۔ ان کے الفاظ ہیں۔

"وقد استنبط ابن عباس الرجم من القرآن من قولہ ـــ یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا ـــ الی ـ ویعفوا عن کثیر ـ قال فمن کفر بالرجم فقد کفر بالقرآن من حیث لا یحتسب ثم تلا ھذہ الآیۃ وقال کان الرجم مما اخفوا" (جوامع الحکم لابن رجب ص۵۴)

دوسری آیت

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے علاوہ سورۂ مائدہ کی درج ذیل آیت بھی رجم کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے؛

"فان جاءوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم وان تعرض عنھم فلن یضروک شیئاً وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین" الخ (المائدہ ۴۲)

ابن رجب ان آیات کے تحت رقم طراز ہیں کہ:

ویستنبط ایضا من قولہ تعالیٰ ۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور . . . فاحکم بینھم بما انزل اللہ الخ ۔ وقال الزھری بلغنا انھا نزلت فی الیھود بین الذین رجمھما النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال انی احکم بما فی التوراۃ وامر بھما فرجمھما (جوامع الحکم ص۵۸)

یعنی یہ مذکورہ بالا آیات جو بروایت امام زہری یہودی مرد وزن کے جرمِ زنا سے متعلق نازل ہوئی ہیں، سے استدلال و استنباط کیا جاسکتا ہے کہ رجم قرآن مجید سے ثابت ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق تحریر کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ چند یہودی، ایک مرد و زن کا، جنہوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا، مقدمہ لے کر عدالتِ محمدیؐ میں پیش ہوئے تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا "توراۃ میں اس کا کیا حکم ہے؟" انہوں نے معمولی تعزیر کا ذکر کیا۔ آپؐ نے جب توراۃ منگوا کر پڑھنے کا حکم دیا تو انہوں نے آیت رجم کو چھپا لیا۔ لیکن جب ہاتھ کو اوپر اٹھایا گیا، وہاں آیتِ رجم موجود تھی۔ چنانچہ آپؐ نے ان کو رجم کروایا۔ اس پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔ انہی آیات کے ضمن میں امام زہری فرماتے ہیں۔

"بلغنا ان ھذہ الایۃ نزلت فیھم انا انزلنا التوراۃ فیھا نور وھدی یحکم بھا النبیون الذین اسلموا" فکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم" (ابن کثیر ص۵۹ ج۲)

ان آیات میں لفظ "قسط" خصوصی توجہ کا متقاضی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے فیصلہ کو عدل و انصاف سے تعبیر فرمایا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَاَعلَمَ اللہُ نبیَّہٗ ان فرضا علیہ وعلیٰ من قبلہ والناس اذا حکموا ان یحکموا بالعدل والعدل اتباع حکم المنزل" (احکام القرآن للشافعی ص۱۲۱ ج ۲)

گویا یہ فیصلہ من جانب اللہ اور بتقاضا وحی کیا گیا تھا اور "الذین اسلموا" سے متعلق بھی مفسرین نے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد

فرماتے ہیں۔

"فهذه الاحاديث دالة على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حكم بموافقة حكم التوراة وليس هٰذا من باب الاكرام لهم بما يعتقدون صحته لانهم مامورون باتباع الشرع المحمدی لا محالة ولكن هٰذا بوحی خاص من الله عزوجل اليه بذلك و سواله اياهم عن ذٰلك ليقررهم على ما بايديهم مما تواطئوا على كتمانه و جحده وعدم العمل به" (ابن کثیر ص۵۹ ج۲)

یعنی یہودیوں کے متعلق یہ فیصلہ بھی باشارہ وحی تھا نہ کہ تورات کی اتباع میں جیسا کہ ہم ابھی ذکر کریں گے۔

قدامت رجم

منکرین حدیث کا مدعیٰ یہ ہے کہ رجم کی سزا شریعت میں خود ساختہ ہے نعوذ باللہ۔ حالانکہ رجم کی سزا نہ صرف قرآن وحدیث سے ثابت ہے بلکہ یہ امت مسلمہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ جیسا کہ ابن رجب لکھتے ہیں۔

"وجاءت السنة برجم الثيب خاصة مع استنباطه من القرآن ايضا و هٰذا القول هو المشهور عن الامام احمد واسحاق وهو قول الحسن وطائفة من السلف" (جوامع الحكم ص۸۸)

یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہونے کے علاوہ امت مسلمہ کے معتد بہ ائمہ کرام کا بھی یہی مسلک ہے کہ رجم شریعت مطہرہ میں ثابت ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی رجم موجود تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث واخبار اس بات پر شاہد عدل ہیں۔

اور آپ حافظ ابن کثیر کے مذکورہ اقتباس سے معلوم کر چکے ہیں کہ یہودیوں نے رجم کی سزا کو ایک طویل زمانہ سے معطل کر رکھا تھا اور اس کے چھپانے اور انکار کرنے کے درپے تھے اور آج کے منکرین حدیث بھی رحم کے نام پر رجم کو وحشیانہ سزا قرار دے کر تعطیل شریعت کے درپے ہیں سابقہ امم کے بدباطنوں نے بھی اس حد کو چھپائے رکھا اور اس سنت کو مردہ بنا دیا جسے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ فرمایا۔ حضرت امام جصاصؒ فرماتے ہیں۔

"عن ابن عباس والحسن ومجاهد والزهرى انها نزلت فی شان الرجم حين تحاكموا اليه ـــ وانما تحاكموا اليه طلبا للرخصة وزوال الرجم فصار النبى صلى الله عليه وسلم

الیٰ بیت مدراسهم ووقفهم علی آیة الرجم وعلیٰ کذبهم وتحریفهم کتاب الله ثم رجم الیهودیین وقال اللّٰهم انی اول من احیا سنة اماتوها" (احکام القرآن للجصاص ص ۵۲۹ ج ۲)

گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت شدہ سنتِ رجم کو زندہ کرنے پر فخر و مسرت کا اظہار فرمایا اور معلوم ہوا کہ حدِ رجم پہلی شریعتوں میں بھی تھی لیکن امم سابقہ کے نام نہاد دانشوروں نے اسے فراموش کر رکھا تھا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"انا احق من احیا سنۃ اماتوھا"

کیا رجم تورات کا حکم تھا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ رجم نہ صرف تورات بلکہ سابقہ صحف میں بھی موجود تھا لیکن بعض لوگ یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے یہودیوں کو رجم تورات کے حکم کے مطابق کروایا تھا جس کے ہم مکلف نہیں۔ حالانکہ یہ اصول شریعت سے عدم واقفیت کا مظہر ہے۔ آپ سابقہ سطور میں حافظ ابن کثیر کا مفصل نوٹ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ یہود کی عزت افزائی کے لئے نہ کیا تھا۔ بلکہ یہ فیصلہ علیحدہ وحی پہ مبنی تھا۔ علامہ خطابیؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"قلت و هذا تاویل غیر صحیح لان الله سبحانه یقول وان احکم بینهم بما انزل الله" (معالم السنن ص ۲۶۰ ج ۲ مع المنذری)

یعنی یہ کہنا درست نہیں کہ آپؐ نے تورات کے مطابق فیصلہ کیا تھا کیونکہ آپؐ کو ہدایتِ خداوندی یہ تھی کہ آپ خود پہ نازل ہونے والے احکام کے مطابق فیصلہ کریں جیسا کہ امام شافعیؒ کے سابقہ تبصرے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنے پہ منزل من اللہ حکم کے تحت فیصلہ فرمایا۔ امام جصاصؒ فرماتے ہیں:

"والصحیح عندنا انه رجمهما علی شریعة مبتداة من النبی صلی الله علیه وسلم لا علی تبعیة حکم التوراة" (احکام القرآن للجصاص ص ۵۳۱ ج ۲)

یعنی (یہ فیصلہ تورات کے حکم پر مبنی تھا کے سلسلہ میں جو تاویلات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے) ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپؐ کا یہ فیصلہ شریعت محمدیہؐ کے قبیل سے تھا نہ کہ تورات کے حکم کو باقی رکھتے ہوئے۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ رجم ایک ایسا حکم ہے جو حسنِ اتفاق سے تورات اور قرآن مجید دونوں

کے ماننے والوں کے لئے اللہ تعالٰے نے مشروع قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"والرجم شرع لاھل التوراۃ والقران" (فتاوی ص۵۴۳ ج ۱۱)

حافظ ابن قیم اس اعتراض و جواب کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :

"وقالت طائفۃ اُخرٰی انما رجمھما بحکم التوراۃ قالوا وسیاق القصۃ صریح فی ذٰلک وھذا مما لایجدی عنھم شیئا البتۃ فانہ حکم بینھم بالحق المحض فیجب اتباعہ بکل حال فماذا بعد الحق الا الضلال" (زاد المعاد ص۲۰۸ ج ۳)

کیا رجم سیاسی تقاضا تھا؟

بعض لوگ یہودی مرد وزن کے واقعہ رجم کو سیاسی مصلحت سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ ایسا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوء ظن ہے۔ احادیث و تاریخ کی کتابوں میں سینکڑوں ایسے واقعات مل سکتے ہیں کہ آپ نے سیاسی مصالح کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شریعت مطہرہ کو جاری فرمایا۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں۔

"وقالت طائفۃ رجمھما سیاسۃ وھذہ من اقبح الاقوال بل رجمھما بحکم اللہ الذی لا حکم سواہ" (زاد المعاد ص۲۰۸ ج ۳)

یعنی اس واقعہ رجم کو سیاست پر محمول کرنا بدترین قول ہے۔ بلکہ یہ فیصلہ اللہ تعالٰے کے حکم کے مطابق کیا گیا تھا۔

آخری گذارش

آخر میں ہم ان لوگوں سے یہ گزارش ضروری سمجھتے ہیں جن کے قلوب و اذہان "تشابھت قلوبھم" کے مصداق ہیں کہ وہ رجم کے سلسلہ میں امام یعقوب کی طرح "کیت وکیت" کہنے کی بجائے قرآن و حدیث کے صحیح تعلق و تلازم کو پہچاننے کی کوشش کریں اور حکومت سے بھی یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ ایسے لوگوں کی پرواہ کئے بغیر حدود اللہ کو جاری و نافذ کرنے کی فی الفور سعادت حاصل کرے۔ بالخصوص رجم جیسی فراموش شدہ سنت پر سختی سے عمل پیرا ہو کر چادر و چار دیواری کے تحفظ کا وعدہ پورا کیا جائے۔ واللہ الموفق!